جو مسئلہ سمجھ میں نہ آئے وہ کسی مستند و ماہر مفتی سے معلوم کرلیں۔۔ (ابوزبیر)

آپ کے مسائل اور اس کے جوابات

از مفتی محمد صاحب

مضامین:

☆ سڑک کے کنارے پڑی رقم کا حکم ☆ کیا تقدیر میں تبدیلی ہوتی ہے؟
☆ تقدیر کے انکار کا حکم ☆ موت کے وقت میں تاخیر نہیں ہوتی
☆ انسان کتنا بااختیار ہے؟ ☆ تعزیت کے مسنون الفاظ
☆ تعزیت کے مضمون پر مشتمل بینر آویزاں کرنا
☆ وساوس کا حکم ☆ جمعرات کو غسل جمعہ
☆ شوال کے روزے میں قضا کی نیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سڑک کے کنارے پڑی رقم کا حکم:

سوال: ایک شخص کو سڑک کے کنارے، عام راستے میں کچھ رقم ملی، رقم کا مالک معلوم نہ تھا اور نہ ہی معلوم ہونے کی کوئی اُمید تھی، لہٰذا اس شخص نے اس رقم کو اپنی جیب کا خرچہ بنالیا، پوچھنا یہ ہے کہ کیا اس شخص کے لیے اس رقم کا ذاتی استعمال جائز تھا؟ (شمس الرحمٰن۔ زیارت)

جواب: مسئولہ صورت میں اگر رقم کا مالک معلوم ہونے کی واقعی کوئی اُمید نہ تھی اور یہ شخص سید یا نصاب کا مالک نہ تھا، یعنی واجب صدقات کا مستحق تھا، تو ایسی صورت میں اس کے لیے اس رقم کا ذاتی استعمال جائز تھا، البتہ اگر یہ شخص واجب صدقات کا مستحق نہ تھا تو ایسی صورت میں اس کا اس رقم کو ذاتی استعمال میں لانا جائز نہ تھا، لہٰذا اس پر لازم ہے کہ رقم کے مالک کی طرف سے ثواب کی نیت کر کے اتنی ہی رقم اب صدقہ کر دے۔

کیا تقدیر میں تبدیلی ہوتی ہے؟

سوال: ہمارے یہاں چند لوگوں کی تقدیر پر بحث ہوئی، مہربانی فرما کر ہماری رہنمائی فرمائیں کہ کیا تقدیر تبدیل بھی ہوتی ہے؟ (محمد یوسف سانگی۔ لاڑکانہ)

جواب: واضح رہے کہ تقدیر کے مسئلہ پر بحث ومباحثہ کرنے سے ممانعت آئی ہے، اس لیے عوام کے لیے اس مسئلہ کو موضوعِ بحث بنانا اور عقلی دلائل سے اس کو سمجھنے کی کوشش کرنا جائز نہیں، البتہ جتنی بات نصوص سے ثابت ہے وہ اگر معلوم نہ ہو تو علماء سے پوچھنے کی گنجائش ہے، پھر علماء جو بات بتائیں، عوام پر لازم ہے کہ اُسی پر اعتقاد رکھیں اور اس میں بحث ومباحثہ ہرگز نہ کریں اور اگر عقلی طور پر سمجھ میں نہ آئے تو اپنے

آپ کو معذور سمجھیں، مگر انکار ہرگز نہ کریں۔اس تمہید کی روشنی میں آپ کے سوالات کا جواب درجِ ذیل ہے:

بعض نصوص سے تقدیر میں تبدیلی کا ثبوت ہوتا ہے:

کما قال تعالیٰ ﴿ یمحو اللہ ما یشاء ویثبت﴾

اور بعض نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ تقدیر میں تبدیلی نہیں ہوتی:

کما قال تعالیٰ ﴿لاتبدیل لکلمات اللہ﴾

علماء کرام نے ان دونوں طرح کی نصوص میں تطبیق اس طرح دی ہے کہ تقدیر کی دو قسمیں ہیں: تقدیر معلق اور تقدیر مبرم۔پہلی میں تبدیلی ہوتی ہے، دوسری قسم میں نہیں ہوتی۔عوام کے لیے اتنا اجمالی اعتقاد رکھنا کافی ہے۔اس کی مثال کے ساتھ وضاحت اس طرح ہے کہ مثلاً تقدیر کی پہلی قسم ’’تقدیر معلق‘‘ میں لکھا ہوتا ہے کہ اگر فلاں شخص فلاں بیماری میں علاج کرائے گا تو اس کو شفاء ملے گی اور اگر نہیں کرائے گا تو شفاء نہیں ملے گی۔اس طرح اس شخص کے علاج کرانے نہ کرانے سے تقدیر میں گویا تبدیلی ہوتی ہے، اور دوسری قسم میں لکھا ہوتا ہے کہ فلاں شخص فلاں بیماری میں علاج نہیں کرائے گا، لہٰذا اس کو شفا نہیں ہوگی۔ اس کو تقدیر مبرم کہتے ہیں، جس میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ (مختصراًاز درس مسلم:1/ 226،227)

تقدیر کے انکار کا حکم:

سوال: جو شخص تقدیر پر یقین نہ رکھتا ہو تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(محمد یوسف سانگی ۔ لاڑکانہ)

جواب: اچھی بری تقدیر پر ایمان رکھنا اسلام کی شرط اور ضروری ہے، جو شخص تقدیر کا منکر ہو وہ مسلمان نہیں۔

موت کے وقت میں تاخیر نہیں ہوتی:

سوال: کیا انسان کی موت جو تقدیر میں لکھی جا چکی ہے مقرر وقت پر آتی ہے یا اس میں تاخیر کی جاتی ہے؟ (محمد یوسف سانگی ۔ لاڑکانہ)

جواب: انسان کی موت کا جو وقت مقرر ہے، موت اُسی وقت آتی ہے اور اس میں ایک گھڑی کی تقدیم و تاخیر نہیں ہوتی، باقی بعض احادیث میں بعض خاص اعمال پر عمر میں اضافے کا جو ذکر آیا ہے اس کا مطلب علماء نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اُن اعمال سے زندگی یعنی وقت میں برکت ہوتی ہے اور تھوڑے وقت میں اللہ تعالیٰ انسان سے اپنی رضا کے زیادہ کام لے لیتا ہے۔

انسان کتنا با اختیار ہے؟

سوال: کیا انسان کو اللہ تعالیٰ نے نفع و نقصان کا مالک بنادیا ہے؟ (محمد یوسف سانگی ۔ لاڑکانہ)

جواب: اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان اپنے افعال میں ایک حد تک با اختیار اور ایک حد تک مجبور ہے، یعنی تمام افعال کے خالق تو اللہ تعالیٰ ہیں مگر انسان اپنے افعال کا کسب اپنے اختیار سے کرتا ہے، اسی کسب کی بنیاد پر وہ جزا و سزا کا مستحق بنتا ہے۔

کما قال تعالیٰ ﴿لها ما کسبت و علیها ما اکتسبت﴾

اس قدر اجمالی عقیدہ رکھنا کافی ہے، اتنی بات ہر انسان وجدانی اور بدیہی طور پر سمجھتا ہے کہ کسی کام کی خواہش اور اس کے صدور کے درمیان کوئی مقام ایسا ضرور آتا ہے جہاں انسان اس کام کو کرنے یا نہ کرنے میں کسی ایک پہلو کو آزادانہ طور پر اختیار کرتا ہے۔ بس اسی اختیار کی حد تک اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے افعال کا یا نفع و نقصان کا مالک بنایا ہوا ہے اور اسی کی بنیاد پر وہ انسان سے مواخذہ کرے گا۔ (مختصراً از درس مسلم: 1/ 214)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا: انسان کتنا بااختیار ہے اور کتنا مجبور ہے؟ آپ نے فرمایا: اپنا ایک پاؤں اٹھاؤ۔ اس نے اٹھا لیا۔ فرمایا: اب دوسرا اُٹھاؤ۔ وہ نہ اُٹھا سکا۔ آپ نے فرمایا۔ بس اتنا بااختیار اور اتنا مجبور ہے۔

تعزیت کے مسنون الفاظ:

سوال: میں نے ضربِ مؤمن اور حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں پڑھا تھا کہ میت کے عزیز و اقارب کو یہ کلمات کہنے چاہئیں، اللہ آپ کو صبر دے، آپ کی میت کو بخش دے اور آپ کو اجر عظیم دے۔ میں ان الفاظ کو سنت سمجھتا رہا اور لوگوں کو بھی ترغیب دیتا رہا، اب مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص جو کہ اہل حدیث ہے کہتا ہے: یہ کونسی حدیث اور کس صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت ہے؟ سنت یہ ہے کہ فاتحہ پڑھنی چاہیے۔ مفتی صاحب اب آپ بحوالہ سنت بتائیں کہ کیا چیز سنت ہے؟ فاتحہ یا وہ الفاظ جو میں سنت سمجھتا رہا؟ اگر خدانخواستہ میرے والے الفاظ سنت نہیں ہیں تو میں اس حدیث کا مصداق تو نہیں جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔ رہنمائی فرمائیں مہربانی ہوگی۔ (ایک سائل ۔ ٹیکسلا)

جواب: واضح رہے کہ شرعاً تعزیت کی حقیقت اہل میت کی دلجوئی کرنا، ان کو صبر کی تلقین کرنا اور ان سے ایسی باتیں کرنا ہے جن سے ان کا غم ہلکا ہو، اہل میت کے سامنے اس مفہوم کی باتیں جس الفاظ میں بھی کہہ دی جائیں تعزیت کی سنت ادا ہو جاتی ہے، اس مقصود کے لیے خاص الفاظ کی ادائیگی بذاتِ خود مقصود نہیں، البتہ عوام کی آسانی کیلئے فقہاءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے ایسے جامع الفاظ ذکر فرمائے ہیں جن سے میت کے لیے دعا بھی ہو جاتی ہے اور اہل میت کی دلجوئی کا مقصد بھی حاصل ہو جاتا ہے، آپ نے جو الفاظ ذکر فرمائے ہیں یہ فقہاءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے ذکر فرمائے ہوئے ان ہی عربی الفاظ کا ترجمہ ہے،

عربی الفاظ اس طرح ہیں:

"أَعْظَمَ اللّٰهُ أَجْرَكَ وَأَحْسَنَ عِزَائَك، وَغَفَرَ لِمَيِّتِكَ."

یہ الفاظ اہل میت سے کہنا جائز ہے اور اس سے تعزیت کی سنت بھی ادا ہو جاتی ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ اہل میت سے درج ذیل الفاظ کہیں جائیں۔

"للّٰه ما اخذ وله' ما أعطىٰ و كل شيء عنده بأجل مسمى فلتصبرو لتحتسب."

کیونکہ یہ الفاظ بخاری، مسلم، نسائی اور ابوداؤد کی روایات میں تھوڑے بہت فرق کے ساتھ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔

تعزیت کے مضمون پر مشتمل بینر آویزاں کرنا:

سوال: مفتی صاحب میں ایک بینر چھپوانا چاہتا ہوں جس کے الفاظ درجِ ذیل ہیں:

الحمدللہ ہم مسلمان ہیں ہماری شریعت نے ہر معاملے میں ہماری رہنمائی کی ہے چاہے وہ غمی کے ہوں یا خوشی کے......الخ

مفتی صاحب یہ بینر تعزیت والے کمرے میں لگانا چاہتا ہوں آپ میری رہنمائی فرمائیں اور اس بینر کے الفاظ جو مناسب ہوں آپ کی نظر میں وہ ٹھیک کر دیں، مہربانی ہوگی مجھے اتنی سمجھ تو نہیں ہے جس طرح ذہن میں آیا لکھ دیا۔ (ایک سائل ۔ ٹیکسلا)

جواب: ایسا بینر جس میں لوگوں کو تعزیت کا مسنون طریقہ سمجھایا گیا ہو، کمرے میں آویزاں کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں، بلکہ اگر دعوت کی نیت سے آپ ایسا بینر آویزاں کریں گے تو ان شاء اللہ آپ کو ثواب ملے گا۔ مگر ایسا کرنا کوئی ضروری نہیں، نیز اگر اس میں آپ کے لیے کسی قسم کے فتنہ کا اندیشہ ہو تو اس سے احتراز بہتر ہے۔ باقی اس کے الفاظ اگر یہی ہوں جو اوپر سوال کے جواب میں ذکر ہو گئے تو بہتر ہے، اور پوری تفصیل لکھنا چاہیں جو آپ نے ذکر کی ہے تو اپنے علاقہ کے کسی مستند عالم سے تصحیح کروالیں۔

ایک ذاتی نوعیت کے سوال کا جواب:

سوال: بندہ عرض کناں ہے کہ آپ کو "آپ کے مسائل کا حل" لکھنے میں کافی محنت کرنا پڑتی ہے اور ہزاروں کو ضربِ مؤمن میں آپ کے مسائل پڑھ کر صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے کی توفیق الٰہی نصیب ہو رہی ہے، بندہ کا جی چاہتا ہے کہ آپ کی کچھ تواضع کروں۔ اگر آپ یہاں ہوتے تو بندہ آپ کا اکرام کرتا، مگر یہ قضاء قدر کا معاملہ ہے کہ آپ اُدھر ہم اِدھر ہیں۔ یہ فرمائیں کہ کچھ حقیر رقم آپ کو لفافہ میں بند کر کے ارسال کردوں یا منی آرڈر کے ذریعہ بھیجوں۔ عین نوازش ہوگی۔ (ایک سائل ۔ لاہور)

جواب: خط میں تو کسی کو بھی کبھی رقم نہیں بھیجنی چاہیے کہ ضائع ہونے کا قوی اندیشہ ہوتا ہے۔ ہمارے لیے آپ کی دعائیں اور محبت ہی بڑا سرمایہ ہے۔ دعاء کیا کریں اللہ تعالیٰ ٹوٹی پھوٹی محنت قبول فرمالیں۔ جزاک اللہ تعالیٰ۔

وساوس کا حکم:

سوال: بندہ کو نماز کے اندر اور دورانِ ذکر بعض ایسے نازیبا گندے شیطانی خیالات آتے ہیں جو زبان پر نہیں لائے جاسکتے اور جی چاہتا ہے کہ جل کر کوئلہ ہوجاؤں اور مرجاؤں۔ ان کا سد باب فرمادیں اور اجر عظیم کمائیں۔ (ایک سائل ۔ لاہور)

جواب: نماز وغیرہ کے دوران دل میں ایسے وساوس آنا پریشانی کی بات نہیں، حدیث شریف میں آتا ہے کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دل میں ایسے وساوس آنے کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا: کیا واقعی تمہارے دلوں میں ایسے وساوس آتے ہیں؟ ان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اثبات میں جواب دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ذلك صريح الإيمان" (مشكوٰة: ١/ ٨)

یعنی یہ عین ایمان کی علامت ہے، مطلب یہ ہے کہ ایسے وساوس شیطان انسان کے دل میں اس لیے ڈالتا ہے کہ وہ ان کے ذریعہ انسان کے ایمان کو کمزور کرے۔ جب بندہ ان خیالات کو برا سمجھتا ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کے دل میں ایمان ہے اور دوسری حدیث میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"إن اللّٰه تجاوز عن أمتی ما وسوست به صدورها ما لم تعمل به أو تتكلّم." (بخاری و مسلم بحوالہ مشکوٰۃ: ۱/ ۱۸)

یعنی اللہ تعالیٰ نے میری اُمت کو وہ وساوس معاف فرمادیے ہیں جو ان کے دلوں میں آئیں جب تک وہ ان پر عمل نہ کریں اور ان کا زبان سے ذکر نہ کریں۔

اس لیے ایسے وساوس کا حکم یہ ہے کہ ان کا اللہ تعالیٰ یا دین پر اعتراض کے طور پر زبان سے ذکر جائز نہیں اور نہ ان کے مطابق عمل کرنا جائز ہے اور ان کا علاج یہ ہے کہ ان کی طرف کوئی توجہ نہ دی جائے اور کثرت سے لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھا جائے اور کوئی بھی دینی یا دنیوی کام شروع کر دیا جائے۔

شوال کے روزے میں قضا کی نیت:

سوال: بندہ اللہ کے فضل وکرم سے جب سے دین پر چلنے کی توفیق ملی ہے ماہِ رمضان کے بعد ماہِ شوال کے 6 روزے متواتر رکھا کرتا ہے پچھلے رمضان میں ایک روزہ قضاء ہو گیا تھا دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایک شوال کے روزہ میں قضاء شدہ روزہ کی نیت سے قضاء شدہ روزے کی ادائیگی ہو جائے گی یا الگ روزہ رکھنے سے ہی ادا ہوگا؟ (ایک سائل۔ لاہور)

جواب: شوال کے روزہ میں قضاء روزے کی نیت سے قضاء روزہ ادا ہو جائے گا مگر شوال کے نفل روزے کی فضیلت حاصل نہ ہوگی (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو احسن الفتاویٰ: 4/ 440 عنوان ''شوال میں قضاء روزے رکھنے سے شش عید کا ثواب نہیں ملتا'') شوال کے روزے مسلسل رکھنا ضروری نہیں، شوال کے

مہینے میں متفرق دنوں میں بھی رکھے جا سکتے ہیں۔

جمعرات کو غسل جمعہ:

سوال: بندہ نے جمعرات کو غسل کیا تھا اور سردی سے ڈر کر اگلے دن جمعہ کے غسل کی بھی ساتھ ہی نیت کر لی تھی تو کیا بندہ کو غسل جمعہ کا ثواب ملے گا؟ (ایک سائل ۔ لاہور)

جواب: ایک قول یہی ہے کہ غسل جمعہ کی فضیلت جمعرات کے دن غسل سے بھی حاصل ہو جاتی ہے، مگر زیادہ مشہور قول یہی ہے کہ یہ فضیلت اسی وقت حاصل ہوگی جب غسل جمعہ کے دن کیا جائے، اس لیے بہتر یہی ہے کہ جمعہ کے دن ہی غسل کا اہتمام کیا جائے۔

پیشکش: ابوزبیر

[www_alkalam_pk@yahoo.com]